JIBAS (The International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN: APPLIED FOR (P) & (E)
Home Page: http://jibas.org
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

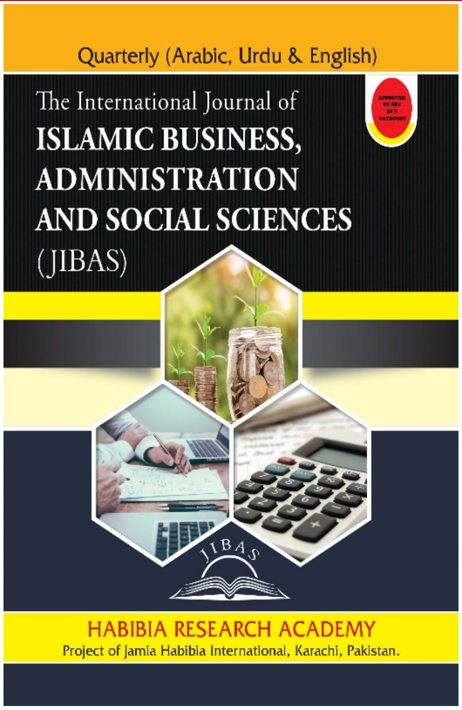

TOPIC:

ARRIVAL OF ISLAM IN SUBCONTINENT THROUGH EARLY MUSLIM TRADERS

برصغیر میں مسلمان تاجروں کے توسط سے اسلام کی آمد

AUTHORS:

1- *Sadia Irum, PhD Dept. of Islamic Learning, University of Karachi, Email ID: sadia.ocean@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/my-orcid?orcid=0000-0002-8235-6064*
2- *Dr. Nasiruddin, Head of Usool-ud-din, Department Faculty of Islamic Studies, University of Karachi, Email ID:nasiruddin@uok.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-6510-3962*

How to Cite: *Irum, Sadia, and Nasir uddin. 2021. "URDU 6 ARRIVAL OF ISLAM IN SUBCONTINENT THROUGH EARLY MUSLIM TRADERS: برصغیر میں مسلمان تاجروں کے توسط سے اسلام کی آمد". International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences (JIBAS) 1 (4):75-90.*
URL: https://jibas.org/index.php/jibas/article/view/43.
Vol. 1, No.4 || October –December2021 || P. 75-90
Published online: 2021-12-30

QR. Code

ARRIVAL OF ISLAM IN SUBCONTINENT THROUGH EARLY MUSLIM TRADERS

برصغیر میں مسلمان تاجروں کے توسط سے اسلام کی آمد

Sadia Irum, *Nasiruddin,*

ABSTRACT:

South Asian countries known as subcontinent had been trade hub for Asia from ancient times, trade relationships of Arabian Peninsula and subcontinent were established long before the rise of Islam, Arab traders came to this region with merchandise and did their business with Asian people and those trade relationships were on very good terms, Same practice continued after the rise of Islam, Muslim traders frequently came to this region for trade purposes but the biggest change in those trade relationships was Islam, now Arab traders doing their trade in the light of the teachings of Islam their behavior their attitude their rules and regulations and their trade module was completely different now they were following the footsteps of their Prophet SAW, with this non-Muslim trades were immensely inspired by those new business etiquettes and they became curious about the teachings of Islam, Muslims trades used this opportunity with glee and they started preaching Islam openly this whole process became a regular practice and with that many people from this region accepted Islam, early traces of mosques and shrines in this region are the very proof of this historical event in this article we have provided the historical review of the whole event with detailed references.

KEYWORDS: *Arabs, Traders, Maritime Trade, Indian Sub-Continent, Islam, Preaching of Islam, Muslims, Muslims Colonies.*

”برصغیر“ جسے آج دنیا جنوبی ایشیا کے نام سے جانتی ہے، اپنے محل وقوع کے باعث ہمیشہ ہی سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ براعظم افریقا اور مشرقِ بعید کے درمیان موجود بحرِ ہند کے وسط میں شمال کی جانب واقع ہے۔ اس کے مغرب میں ایران اور مشرق میں میانمر ہے، جب کہ شمال میں چین واقع ہے۔ اب اس کی جغرافیائی تقسیم پاکستان، بھارت، بنگلادیش، سری لنکا، مالدیپ، نیپال اور بھوٹان کی صورت میں ہوچکی ہے، لیکن ہزاروں سال سے یہ ہندوستان کہلاتا تھا۔

ہندوستان اور جزیرۂ عرب کے درمیان تجارتی تعلقات ظہورِ اسلام بلکہ قبل مسیح سے قائم تھے۔ ان تجارتی تعلقات کا سبب عرب تاجر تھے، جو ہندوستان کی منڈیوں سے مسالے، خوشبوئیں، کپڑے، تلواریں اور مختلف مصنوعات لاتے تھے۔ بلکہ وہ ہندوستانی ساحلوں سے گزر کر خلیجِ بنگال کے پار چین تک جاتے تھے۔ اس تجارتی تعلق اور راہ داری کی تفصیل سید سلیمان ندوی نے انتہائی جامع انداز میں تحریر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”عرب تاجر ہزاروں برس سے ہندوستان آتے تھے، اور یہاں کے بیوپار اور پیداوار کو مصر اور شام کے ذریعے یورپ پہنچاتے تھے، اور وہاں کے سامان ہندوستان، جزائرِ ہند، چین اور جاپان تک لے جاتے تھے۔ عربوں کا راستہ یہ تھا کہ وہ مصر وشام کے شہروں سے چل کر خشکی خشکی بحیرۂ احمر کے کنارے کنارے حجاز کو طے کر کے یمن تک پہنچتے تھے، اور کچھ وہاں سے بادبانی کشتیوں پر بیٹھ کر افریقا اور حبشہ چلے جاتے تھے، اور کچھ وہیں سے سمندر کے کنارے کنارے حضرموت، عمان، بحرین اور عراق کے کناروں کو طے کر کے خلیجِ فارس کے

چلے آتے تھے، اور پھر اور آگے بڑھ کر گجرات اور کاٹھیاواڑ کی بندرگاہ تھانہ بمبئی کھمبایت چلے جاتے تھے۔ پھر آگے بڑھتے تھے اور سمندر سمندر کالی کٹ اور راس کماری پہنچتے تھے، اور پھر کبھی مدراس کے کسی کنارے پر ٹھہرتے تھے اور کبھی سراندیپ انڈمان ہو کر پھر سیدھے مدراس کی مختلف بندرگاہوں پر چکر لگاتے ہوئے خلیج بنگال میں داخل ہو جاتے تھے اور بنگال کی ایک دو بندرگاہوں کو دیکھتے ہوئے برما اور سیام ہو کر چین چلے جاتے تھے، اور پھر اسی راستے سے لوٹ آتے تھے"۔[1]

یہ محل وقوع ہی تھا کہ خطہ عرب اور ہندوستانی آپس میں قربت پاتے تھے۔ دونوں خطے بحر ہند کی شاخ بحیرۂ عرب کے ساحلوں پر واقع تھے اور ان کے درمیان صرف چند سو کلومیٹر کی سمندری پٹی تھی، اس جغرافیائی قربت نے انہیں دیگر خطوں کے مقابلے میں زیادہ قریب کر دیا تھا۔ پھر دونوں بت پرست بھی تھے، اس لیے ثقافتوں میں حد درجے تفاوت کے باوجود دیرینہ تعلقات رکھتے تھے اور یہی روابط آگے چل کر ہندوستان میں اسلام کے فروغ کا ذریعہ بنے۔

غرض چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں اسلام کا ظہور ہوا اور 2 دہائیوں کے اندر اندر فتحِ مکہ کے بعد عربوں کے مشرک قبائل جوق در جوق حلقہ بہ گوشِ اسلام ہو گئے، تو اپنا نیا دین اور اسلامی تہذیب کو لے کر ہندوستان پہنچے۔ ان کے لین دین اور معاملات سے اخلاق اور عبادات میں یہ انقلاب ہندوستانیوں کے لیے بہت بڑی تبدیلی تھی۔ عرب تاجروں نے مکمل دینی حمیت کے ساتھ ہندوستان کے مشرکوں کو دینِ توحید سے آگاہ کیا اور اس کی جانب بلایا۔ یہ ہندوستان والوں سے اسلام کا پہلا تعارف تھا۔

ہندوستان کی مذہبی اکثریت ہندو مذہبی بنیادوں پر طبقاتی تقسیم کا شکار تھی۔ برہموں کا تقدس، کھتریوں کی بالادستی، ویش کی زراعت و حرفت اور شودروں کی کمتری ان کے سماج میں مذہب سے زیادہ رچی بسی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسلام کی کرنیں ہندوستان پر پڑیں، تو معاشرے کے پسے ہوئے طبقات اور ذی شعور افراد نے دینِ حق کو پہچانتے ہوئے اسے قبول کیا۔ ہندوستان کا کوئی ساحلی علاقہ ایسا نہیں تھا، جہاں مسلمان لشکروں کی آمد سے قبل مقامی آبادی کے کچھ افراد اسلام قبول نہ کر چکے ہوں۔ ہر بندرگاہ یا اس سے متصل آبادی میں مساجد اور مسلمانوں کی رہایش گاہوں کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ ان میں بھی سندھ اور مالابار کو قبولِ اسلام کے حوالے سے سبقت حاصل رہی۔ سندھ ہندوستان کے شمالی حصے میں بحیرۂ عرب کے کنارے تھا، تو مالابار خلیج بنگال میں ہند چین خطے کے دروازے پر واقع تھا۔ یوں ایک طرف سندھ شمالی ہند میں باب الاسلام کہلایا، تو دوسری طرف مالابار نے جنوبی ہندوستان کو اسلام کی روشنی پہنچائی۔

مسلمانوں کی ہندوستان آمد سے متعلق مشہور ترین واقعہ نوجوان مجاہد محمد بن قاسم ثقفی کی سندھ میں راجا داہر کے خلاف فوج کشی ہے، جس نے اس خطے میں مسلمانوں کے سیاسی کردار کی نا ختم ہونے والی بنیاد ڈالی، لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمان تاجر برسوں قبل اس خطے میں اسلام کو متعارف کرانے کے ساتھ اپنی نو آبادیاں قائم کر چکے تھے۔ چناں چہ مفتی شوکت علی فہمی رقم طراز ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدایش سے قبل عرب تاجر مالابار، کارومنڈل، سرندیپ، مالدیپ، جاوا، سماٹرا اور چین کے ساحل تک کشتیوں میں

کہ اکثر عربوں نے ہندوستان میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ چناں چہ جب عربوں نے اسلام قبول کر لیا، تو وہ حسبِ سابق ہندوستان بہ غرضِ تجارت آتے جاتے رہے اور ان میں سے اکثر نے ہندوستان ہی کو اپنا وطن بنالیا اور اس طرح یہ لوگ اسلامی تعلیمات کو بھی ہندوستان لے آئے اور اس ملک میں دینِ اسلام رفتہ رفتہ پھیلنے لگا۔ غرض کہ سندھ میں مسلمانوں کی فاتحانہ پیش قدمی سے بہت قبل جنوبی ہند اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں اسلام کی تبلیغ خاموشی کے ساتھ جاری تھی اور دن بہ دن مسلمانوں کی تعداد ہندوستان میں بڑھتی ہی جارہی تھی"۔[2]

عرب تاجروں نے ہندوستان کے کس کس علاقے میں یہ آسمانی پیغام پہنچایا، کہاں کہاں اپنی ثقافت کے نقوش چھوڑے اور کون کون سی آبادیاں قائم کیں، آیندہ سطروں میں اسی کی تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

1. جنوبی ہند اور بنگال میں دعوتِ اسلام: بھارت کی موجودہ ریاستوں کرناٹک، کیرالا، تمل ناڈو اور آندھرا پردیش جنوبی ہند کہلاتی ہیں۔ یہ تمام ریاستیں ساحلی پٹی اور بین الاقوامی تجارتی راستے پر واقع ہیں۔ ان کے ساتھ مغرب میں اڑیسہ اور پھر مغربی بنگال ہے۔ اس سے آگے جائیں، تو بنگلادیش آجاتا ہے اور اس کے بعد جزیرہ نما ہند چین کا خطہ واقع ہے۔

ماضی میں جنوبی ہند کی بحری جغرافیائی تقسیم دو ناموں سے تھی۔ غربی ساحل پر موجودہ کرناٹک کے کچھ اضلاع اور راس کماری تک کیرالا کی ساحلی پٹی "مالابار" کہلاتی تھی، جب کہ اس کے بعد راس کماری سے ریاست آندھرا پردیش کے ساحلی شہر نیلور تک ریاست تمل ناڈو کی ساحلی پٹی کو "معبر" کہا جاتا تھا۔[3] عرب تاجر اسلام سے قبل بھی اس ساحلی پٹی اور اس کی اہم بندرگاہوں سے واقف تھے۔ جزیرۂ عرب میں مالابار کی تجارت کا مرکز یمن میں حضر موت کے ساحل پر واقع شہر ظفار تھا۔[4] یہی وجہ ہے کہ پہلی صدی ہجری ہی میں یہاں اسلام کی کرنیں نمودار ہونا شروع ہوگئی تھیں۔

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ 92ھ میں محمد بن قاسم ثقفی کی سندھ پر لشکر کشی سے قبل جنوبی ہند میں ساحل کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی نو آبادیاں موجود تھیں۔ خطے میں تجارت کے فروغ کی غرض سے مغربی ساحل یعنی مالابار کے ہندو حکمرانوں نے عرب تاجروں کو اپنی بستیاں قائم کرنے کی اجازت دی تھی۔ شمال میں حکمراں بلہارا خاندان اور مالابار کے ساحل پر راج کرنے والے ساموتیری مسلمان تاجروں کے لیے بہت نرم گوشہ رکھتے تھے۔ مقامی بڑوں کے اس کھلے دل کو دیکھتے ہوئے مسلمان تاجروں کو انہلواڑہ، کھمبایت، سندان، کالی کٹ اور کولم میں اپنی آبادیاں قائم کرنا شروع کر دیں۔ مقامی لوگوں نے ان کے ساتھ بہت زیادہ وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کیا، اور انہیں آزادی کے ساتھ اپنی مساجد تعمیر کرنے اور بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے دینی شعائر ادا کرنے کی اجازت دی۔ اس کے نتیجے میں ان عرب اور فارسی تاجروں نے مالابار کے ساحلوں پر مستقل سکونت اختیار کر لی، بلکہ مقامی ہندو آبادی میں شادیاں بھی کیں، جس کے نتیجے میں کوکن کی نوائت برادری اور مالابار کی موپلا برادری وجود میں آئی۔[5]

اس خطے میں اسلام کی آمد سے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ سب سے پہلے فقرائے اسلام کی ایک جماعت ملیبار کے دارالحکومت کدن کلور

میں وارد ہوئی۔ یہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نشان کی زیارت کے لیے سیلان یعنی سری لنکا جارہے تھے کہ وہاں رک گئے۔ مقامی بادشاہ نے انہیں بلا کر حال احوال کیا اور ان کے مذہب سے متعلق دریافت کیا۔ مسلمانوں میں سے ایک عمر رسیدہ سمجھ بوجھ کے حامل شخص نے اسے دینِ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بتایا۔ وہ اس دین کی حقانیت کا قائل ہو کر اس میں داخل ہو گیا۔ زیارت سے مسلمانوں کی واپسی پر وہ ان کے ساتھ جہاز میں سوار ہو کر رسول اللہصلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے روانہ ہو گیا۔ ہندوستان سے نکل کر فقرائے اسلام کا ارادہ ہوا کہ وہ واپس ہو کر وہاں دین کی ترویج کریں۔ اسی دوران بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کی بھی یہی خواہش تھی کہ مسلمان مالابار جا کر اسلام پھیلائیں، اس لیے وہ لوگ مالابار لوٹ آئے۔ ان میں نمایاں ترین لوگ شرف بن دینار، مالک بن دینار اور مالک بن حبیب بن مالک تھے۔ انہوں نے کدن کلور پہنچ کر مقامی حکمران کو ان کے مرحوم بادشاہ کا خط پیش کیا، جسے پڑھ کر اس نے انہیں وہاں جاگیریں عطا کر دیں۔ ان لوگوں نے وہاں مختلف علاقوں کا سفر کر کے مساجد تعمیر کیں اور دین کی خوب ترویج کی، یہاں تک اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔(6)

مقامی طور پر مشہور اس روایت کو بہت سے لوگوں نے شیخ زین الدین معبری کی کتاب ''تحفۃ المجاہدین'' سے نقل کیا ہے، تاہم وہ خود اسے ظہورِ اسلام کے 200 سال بعد کا واقعہ سمجھتے ہیں۔(7) ویسے بھی یہ قرینِ قیاس اس لیے معلوم نہیں ہوتا کہ بیان کے مطابق یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ہے، حالاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے مسلمانوں سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ حرمین شریفین اور مسجدِ اقصیٰ کے سوا کسی مقام کی زیارت کے لیے سفر کریں۔ مسلمانوں میں یہ رواج صدیوں بعد پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے محققین نے مالابار میں اسلام کی آمد کا سبب عرب تاجروں ہی کو گردانا ہے(8) اور یہ واقعہ بھی پہلی صدی ہجری کی ابتدائی دہائیوں کا ہے۔ سندھ کی فتح سے قبل پہلی صدی ہجری یعنی ساتویں صدی عیسوی میں جنوبی ہند اور سیلان کے کم از کم 3 ساحلی قصبوں میں مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم تھیں۔(9)

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں ہندوستان کے جنوب مغربی ساحل پر مسلمانوں کی نوآبادیوں کے نشان آج بھی موجود ہیں۔ ایک مقامی عالم سی این احمد مولوی کے مطابق انہوں نے ارکگور میں کسی مسلمان کی قبر کے کتبے پر 50ھ لکھا دیکھا ہے۔(10) کولم کے قبرستان میں ایسی قبر بھی جس پر مدفون کا نام علی بن عثمان اور سن وفات 166ھ لکھا ہوا ہے۔(11) مالابار کے علاقے میں مسلمانوں کا اثر ورسوخ تیزی سے بڑھنا شروع ہوا، یہاں تک کہ نویں صدی عیسوی میں وہ مالابار کے ساحلوں پر پوری طرح مستحکم ہو چکے تھے۔ مقامی حکومتوں نے ان کی بحیثیت تاجر خوب آؤ بھگت کی، اور انہیں یہاں قیام اور املاک خریدنے میں سہولت دی۔ یہی وجہ ہے کہ اس صدی کے اختتام سے قبل ہی مالابار کی پوری ساحلی پٹی پر اسلام کے زمزمے گونجنے لگے اور کوئی علاقہ ایسا نہ رہا کہ وہاں اس دینِ حق کا تعارف نہ ہو گیا ہو۔ مسلمان تاجروں نے اس خطے میں اسلام کی دعوت دینی شروع کی، تو جہاں بڑی تعداد میں عوام نے اس دین کو قبول کیا، وہیں ایک مشہور روایت کے مطابق نویں صدی عیسوی کے ربعِ اول میں چیرامن پرومل خاندان کے فرماں روا نے سیلان سے لوٹنے والی مسلمانوں کی جماعت کے بڑے شیخ سخی

الدین کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور انہوں نے اس کا نام عبد الرحمٰن سامری رکھا۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ سرزمین عرب گیا اور شحر میں اس کا انتقال ہوا۔ اس نے وہاں سے مالک بن دینار، شرف بن مالک اور مالک بن حبیب کو تبلیغ دین کے لیے بھیجا۔[12] بہ ظاہر "تحفۃ المجاہدین" میں بیان کردہ واقعہ اور یہ ایک ہی ہیں، البتہ روایت در روایت کے باعث بعض جزئیات میں اختلاف ہو گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مالابار میں فقرا، زاہدوں یا زائرین کے ذریعے اسلام کی آمد کا دعویٰ درست نہیں، بلکہ حقیقت یہی ہے کہ اس خطے میں اسلام مسلمان تاجروں کے ذریعے ہی پہنچا اور جلد ہی مالابار سے نکل کر معبر اور بنگال تک پہنچ گیا۔

ہندوستان کے جنوب مغربی ساحل "معبر" کو "کارومنڈل" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ موسلی پٹم سے راس کماری تک پھیلا ہوا ہے۔[13] علامہ سید سلیمان ندوی معبر سے متعلق لکھتے ہیں: "معبر کولم سے سیلوار (نیلور) کے ملک تک سمندر کے کنارے کنارے 3 فرسنگ لمبا ہے۔ اس کے اندر بہت سے شہر اور گاؤں ہیں، راجہ کو یہاں کے لوگ دیوار کہتے ہیں، جس کے معنی دولت والے ہیں۔ چین کی بڑے جہاز جن کو جنک کہتے ہیں، یہاں چین، ماچین اور سندھ اور ہند کے ملکوں میں بیش قیمت سامان لاتے ہیں۔ معبر سے ریشمی کپڑے، خوشبودار لکڑی لے جاتے ہیں، اور اس کے دریا سے بڑے بڑے موتی نکالے جاتے ہیں۔ یہاں کی پیداوار یں عراق، خراسان، شام، روم اور یورپ تک جاتی ہیں۔ یہ ملک لال اور خوشبودار گھاسیں پیدا کرتا ہے۔ اس کے مندر میں بکثرت موتی ہیں۔ معبر ہندوستان کی کنجی ہے"۔[14]

یہ خطہ بھی عرب تاجروں میں قبل از اسلام معروف تھا، کیوں کہ وہ اس کے ساحلوں سے گزرتے ہوئے چین اور جزیرہ نمامالے و مجمع الجزائر تک جاتے تھے۔ اس بنا پر جب اسلام کا ظہور ہوا، ابتدائی طور پر مالابار کا خطہ اس دینِ حق سے روشناس ہوا اور وہاں مسلمان تاجروں کی آبادیاں قائم ہوئی، اس کے بعد انہوں نے ہندوستان کے مشرقی ساحل کا رخ کیا اور وہاں اپنی بستیاں تعمیر کرنا شروع کیں۔

معبر کے علاقے میں مسلمان تاجروں کی ابتدائی آبادیاں مدراس کے علاقے کیالا پٹنم میں قائم ہوئیں۔ اس علاقے میں کھدائی کے دوران عرب مسلمانوں کے کچھ سکے بھی ملے ہیں، جن پر 71ھ یعنی پہلی صدر ہجری سے 500 سال بعد یعنی چھٹی صدی ہجری تک کی تاریخیں لکھی ہیں۔[15] یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان تاجر بہت پہلے اس علاقے پر بھی قدم رکھ چکے تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے مطابق بھی اس علاقے میں مسلمانوں کا عمل دخل چھٹی صدی عیسوی ہی سے شروع ہو گیا تھا۔[16] آرنلڈ کہتے ہیں: "عرب کے تاجر مغربی ساحلِ ہند پر بہت قدیم زمانے سے آمدورفت رکھتے تھے۔ دسویں صدی عیسوی میں عرب تاجر کونکن کے شہروں میں کثرت سے آباد ہو گئے اور وہاں کی عورتوں سے نکاح کر کے اپنے دین وآئین کے ساتھ ان شہروں میں آباد ہوئے"۔[17]

معبر کے علاقے کیالا پٹنم کے پانڈیا خاندان کے راجاؤں نے عرب تاجروں کو 4 میل طویل اور ڈیڑھ میل عریض علاقہ دیا، جہاں انہوں نے اپنی بستیاں قائم کیں۔ انہوں نے مقامی عورتوں سے شادیاں کیں اور آہستہ آہستہ اس علاقے میں اپنا اثر ورسوخ قائم کر لیا۔[18] مسلمانوں نے اس خطے میں آباد ہوتے ہی تجارت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام بھی شروع کر دیا اور انہوں نے بڑی تعداد میں مقامی لوگوں کو مسلمان کیا۔ آج بھی تمل ناڈو میں موجود مسلمانوں کا نسب انہیں ابتدائی نو مسلموں سے جا کر ملتا ہے۔ بارہویں سے تیرہویں صدی عیسوی تک معبر

کے ساحلی علاقے انہیں مسلمان تاجروں اور نو مسلموں کی آبادیوں سے مشہور ہو چکے تھے۔ جنوبی ہند میں مسلمان تاجروں کے کلیدی کردار کا اعتراف علامہ سید سلیمان ندوی نے کچھ یوں کیا ہے: "یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند میں مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم ہوئیں اور اس کا سلسلہ درحقیقت تجارتی آمدورفت سے وابستہ ہے۔ اسی علاقے میں نا صرف یہ کہ باہر سے مسلمان آکر آباد ہوئے، بلکہ خود ملک کے باشندوں نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تھا"۔[19]

ان ابتدائی صدیوں میں تاجروں کے ذریعے فروغِ اسلام کا یہ سلسلہ شمالی اور جنوبی ہند ہی تک محدود نہیں رہا، بلکہ خطے کے مشرق اور جنوب مشرق میں بھی اس دین کی روشنی پھیلنے لگی۔ مسلمانوں نے مالابار اور معبر کی طرح بنگال کو بھی اس نور سے منور کیا۔

بنگال میں بھی جنوبی ساحلی حصے وہ اولین مقامات تھے، جہاں سب سے پہلے عربوں کے ہاتھوں اسلام پہنچا۔ تاریخی مصادر میں اس حوالے سے چٹاگام اور سمندر کا نام خاص طور پر ملتا ہے، جہاں عرب تاجر خوب پھلے پھولے۔ چند برسوں قبل بنگلادیش میں پہاڑپور کے علاقے سے دریافت ہونے والے عباسی خلافت کے سکوں میں سے ایک پر 172 ہجری یعنی 788 عیسوی کی تاریخ نقش ہے، جو ہارون الرشید کا زمانہ ہے۔ جب کہ دوسرے پر 247-248 ہجری یعنی 861-862 عیسوی کی تاریخ ہے، جو منتصر باللہ کا عہد ہے۔ ان دریافتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے میں کسی بھی فاتح سے قبل مسلمان تاجر پہنچ چکے تھے۔[20] اس بات کا اعتراف بنگلادیش کے سرکاری انسائیکلوپیڈیا میں بھی موجود ہے۔ وہاں لکھا ہے:

"The sea-faring Arab traders and travellers made the first phase of contact and, at the same time, they preached and propagated the religion of Islam. It was a peaceful and pacific penetration; its occurrence is obvious but its evidence is scarce".[21]

دور دراز کا بحری سفر کرنے والے عرب تاجر اور مسافر اولین مسلمان تھے، جو اس علاقے میں وارد ہوئے اور اسی دوران انہوں نے مذہبِ اسلام کی تبلیغ اور اسے فروغ دینا شروع کیا۔ یہ ایک پُرامن اور مصالحانہ آمد تھی۔ یہ واقعہ بدیہی ہے، تاہم اس کے ثبوت نظروں سے اوجھل ہیں۔

اسی طرح بعض ایسے ثقافتی شواہد بھی موجود ہیں، جو بنگال میں مسلمانوں کے فاتحانہ داخلے سے قبل ان کی موجودگی کا پتا دیتے ہیں۔ بنگلا زبان پر عربی کے اثرات نمایاں ہیں اور خاص طور پر جنوبی حصوں یعنی ساحلی علاقوں میں ان کا اثر زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

"چٹاگانگ کے گرد و نواح اور قریبی جزائر (مثلاً سندیپ) میں بنگالی کی جو صورت رائج ہے، اس میں عربی اثرات خاص طور پر نمایاں ہیں۔ اس علاقے میں عربی رسم الخط کو بنگال کے باقی حصوں سے زیادہ اہمیت رہی ہے۔ یہاں قدیم بنگالی کتابوں (مثلاً علاول کی تصانیف کے) جو مخطوطے دستیاب ہوئے ہیں، ان میں کئی عربی رسم الخط میں ہیں۔ (یہ محض اتفاق نہ تھا کہ بنگالی کو حروفِ قرآن میں لکھنے کی جو تحریک ایک زمانے میں شروع ہوئی تھی، اس کا مرکز چٹاگانگ تھا۔) یہ عربی اثرات یقیناً عرب تاجروں اور ملاحوں کی آمدورفت کا نتیجہ تھے اور اس سے ساحل پر عربوں کی مقامی نو آبادیاں قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہیں، لیکن افسوس کہ تاریخ ان سے متعلق خاموش ہے"۔[22]

یہ تمام تر تفصیل اس بات کی دلیل ہے کہ جنوبی ہند اور بنگال میں اسلام کی آمد بھی دیگر بہت سے خطوں کی طرح مسلمان تاجروں کے ہاتھوں ہوئیں۔ اس پورے خطے میں درجنوں بندر گاہیں تھیں، جہاں مسلمان تاجروں اترتے، ٹھہرتے اور خرید وفروخت کرتے تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے عربوں کی ان عارضی منزلوں میں سے چند کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''[عرب تاجر سندھ اور گجرات سے ہوتے ہوئے] پھر مدراس کے علاقے میں ملیبار کارومنڈل (معبر)، راس کماری (قمار) کولم (ٹرانکور) منگلور، چالیات، پنڈارانی، چنداپور، ہنور، دہ پٹن، کالی کٹ، مدراس سے ہو کر وہ خلیج بنگال میں داخل ہوتے تھے اور یہاں ان کا مرکز سلہٹ تھا، جس کو وہ شلاہط کہتے تھے، اور پھر چاٹگام جاتے تھے، کو وہ صادجام کہتے تھے''۔[23]

اس ضمن میں ابتدائی صدیوں کے مسلمان سیاحوں کی گواہیاں بھی موجود ہیں کہ انہوں نے جنوبی ہند کے اس خطے میں کس کس مقام پر مسلمان تاجروں کی بستیاں اور آبادیاں دیکھیں۔ یہ بات تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ یہی کلمہ گو خاندان اور افراد یہاں اشاعتِ دین کا اولین سبب بنے، اور آج بھی ان کی نسلیں اس خطے میں اپنی اسلامی شناخت کے ساتھ موجود ہیں۔

2. سری لنکا پر اسلام کی پہلی کرن: سری لنکا حقیقت میں ہندوستان ہی کا حصہ ہے، جو جزیرہ نما جنوبی ہند کے انتہائی جنوب میں واقع ہے۔ بھارت اور اس کے درمیان چند کلومیٹر کی سمندری پٹی ہے، جو دونوں کو جدا کرتی ہے۔ اس کا قدیم نام سرندیپ ہے۔ مؤرخین نے اسے برصغیر میں اسلام کا پہلا مرکز قرار دیا ہے۔ چناں چہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: ''چوں کہ اسلام کے پہلے ہی سے عرب ان جزیروں میں تاجرانہ آیا کرتے تھے اور یہاں کے لوگ عرب جایا کرتے تھے، اس لیے سرندیپ کے راجہ کو اسلام اور مسلمانوں کا حال سب سے پہلے معلوم ہوا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے زمانے 40 ہجری میں (ساتویں صدی عیسوی کے شروع ہی میں) وہ مسلمان ہو گیا''۔[24]

اس واقعے کی تفصیل 300 ہجری میں لکھی گئی ایک کتاب ''عجائب الہند''میں مذکور ہے۔ یہ بزرگ بن شہریار ناخدا رامہرمزی کی تصنیف ہے، جو اس خطے کا جہازراں تھا۔ سید سلیمان ندوی نے اسی کتاب سے یہ تفصیلی واقعہ یوں نقل کیا ہے: ''سرندیپ اور اس کے آس پاس والوں کو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حال معلوم ہوا، تو انہوں نے اپنے میں سے ایک سمجھ دار آدمی کو تحقیق حال کے لیے عرب روانہ کیا۔ وہ رکتے رکاتے جب مدینہ پہنچا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی ختم ہو چکی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔ وہ ان سے ملا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تفصیل بیان کیے۔ جب وہ واپس ہوا، تو مکران (بلوچستان کے پاس) پہنچ کر مر گیا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک ہندو نوکر تھا۔ وہ صحیح سلامت سرندیپ پہنچ گیا، اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا سارا حال بیان کیا، اور ان کے فقیرانہ اور درویشانہ طور وطریق کا ذکر کیا، اور بتایا کہ وہ کیسے متواضع اور خاکسار ہیں، اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں، اور مسجد میں سوتے ہیں۔ اب یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جو اس قدر محبت اور میلان رکھتے ہیں، وہ اسی سبب سے ہے''۔[25]

ان مؤرخین کے اس بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ سرندیپ میں اسلام کا تعارف سب سے پہلے خواص کو ہوا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ

سے قبل وہاں کے عوام کو اس دینِ حق کی دعوت پہنچی اور بادشاہ کو اطلاع ہونے سے قبل ان میں سے کئی مسلمان بھی ہو چکے تھے۔ چناں چہ مفتی شولت علی فہمی لکھتے ہیں: ”سرندیپ میں بھی عرب تاجر اپنے ساتھ اسلام کی تعلیمات لے کر آئے تھے، جن سے پہلے عوام متاثر ہوئے اور عام لوگوں نے دینِ اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور بعد میں سرندیپ کا راجہ اسلام کی تعلیم سے متاثر ہونے کے بعد مسلمان ہو گیا“۔[26]

یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ سری لنکا میں اسلام کا تعارف عرب مسلمان تاجروں ہی کے ذریعے پہلی صدی ہجری کی دوسری یا تیسری دہائی میں ہوا، اور ممکن ہے کہ وہاں کا راجا چند برسوں بعد 40 ہجری میں جا کر مشرف بہ اسلام ہوا ہو، جیسا کہ سید سلیمان ندوی صاحب نے نقل کیا ہے۔ نیز پہلی صدی ہجری میں سری لنکا میں مسلمان تاجروں کی موجودگی کا ذکر محمد بن قاسم کے فتحِ سندھ کے ذیل میں بھی ملتا ہے۔ مؤرخین کے مطابق پہلی صدی ہجری میں وہاں مسلمان تاجروں کی ایک جماعت رہا کرتی تھی اور ان کے ساتھ ان کے اہل وعیال بھی تھے۔ ولید بن عبد الملک کا دور تھا۔ اس وقت مسلمانوں کے لشکر دیا کے چپے چپے میں خود کو منوا چکے تھے اور ایشیا وافریقا میں بڑا علاقہ اسلامی سلطنت کے ماتحت آچکا تھا۔ اس لیے دیگر سلطنتوں اور وہاں کے حکمرانوں کی یہی خواہش رہتی کہ وہ مسلمانوں کے خلیفہ اور حکام سے مراسم بڑھائیں۔ سری لنکا کا راجا بھی یہی چاہتا تھا کہ اتفاق سے اس کی راجدھانی میں ایک عرب تاجر کا انتقال ہو گیا۔ اس نے خلیفہ سے تعلقات بنانے کے لیے اس کی بیوہ اور بچیوں کو بہت سے تحفے تحائف سمیت روانہ کیا، جسے سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب قزاقوں نے لوٹ لیا اور عورتوں کو اغوا کر لیا، جس پر مسلمانوں نے راجا داہر کے خلاف لشکر کشی کی۔[27] سری لنکا میں اسلام کی تاجروں کے ہاتھوں آمد کا اعتراف انگریز سیاست دان اور سیاح سر جیمز ایمرسن ٹینینٹ نے بھی کیا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے سر الیگزینڈر جانسٹن کے حوالے سے نقل کیا ہے:

‘‘The first Mahometans who settled there were driven from Arabia in the early part of the eighth century, and established themselves at Jaffna, Manaar, Koodramalie, Putlam, Colombo, Barberyn, Point de Galle and Trincomalie’’.[28]

اولین مسلمان جو وہاں آباد ہوئے، وہ آٹھویں صدی عیسوی کے اوائل میں سرزمین عرب سے آئے تھے، اور انہوں نے جافنا، منار، کوڈرامالی، پٹلم، کولمبو، باربرین، گال اور ترینکومالی میں سکونت اختیار کی۔

ان تاریخی حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سری لنکا کو برصغیر میں اسلام سے روشناس ہونے والا پہلا خطہ قرار دینے میں مؤرخین حق بہ جانب ہیں۔ نیز وہاں اسلام کی آمد ہوئی بھی عرب تاجروں کے ذریعے تھی، جو پہلی صدی ہجری میں وہاں سکونت اختیار کر چکے تھے اور ان کی آل اولاد بھی وہاں موجود تھی۔ سری لنکا میں ان اولین مسلمانوں کی اولاد آج بھی نمایاں شناخت رکھتی ہے۔

3. لکشادیپ اور مالدیپ میں اسلام: لکشادیپ بحرِ ہند میں بھارت کے زیرِ انتظام مجموعہ جزائر ہے۔ تاریخی مصادر میں اس کا نام لکادیپ درج ہے۔ جب کہ مالدیپ بھی اسی کی طرح بحرِ ہند کا ایک مجموعہ جزائر ہے، تاہم یہ ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے۔ ان دونوں خطوں میں آج بھی مسلمان اکثریت ہے۔ مالدیپ کا تو سرکاری مذہب بھی اسلام ہے۔

ان جزائر میں اسلام کا سورج کب طلوع ہوا، اس حوالے سے دوسری صدی ہجری کا قول ملتا ہے اور ان جزائر پر پیغامِ حق پہنچانے والے بھی عرب تاجر ہی تھے۔[29] تاہم آرنلڈ کا خیال ہے کہ اس خطے میں اسلام کی آمد ہوئی تو مسلمان تاجروں کی ذریعے، لیکن وہ جنوبی ہند کے مشرقی ساحل سے وہاں پہنچے۔ چناں چہ وہ رقم طراز ہے: ”آج کل جزائر مالدیپ اور لکادیپ [لکشادیپ] کی تمام [اکثر] آبادی مسلمان ہے۔ ان جزیروں میں اسلام غالباً مالابار ہی کے راستے سے پھیلا تھا، اور یہاں کے باشندے عرب اور ایرانی تاجروں کے ذریعے سے مسلمان ہوئے تھے۔ یہ تاجر ان جزیروں میں آباد ہوئے اور انہوں نے مقامی عورتوں سے شادیاں کیں اور اس طرح سے عملی تبلیغ کا راستہ صاف کر دیا۔ اندازہ ہے کہ جزائر مالدیپ میں پہلا مسلمان سلطان احمد شنورازہ 1200ء کے قریب اسلام لایا تھا، لیکن یہ بات عین ممکن ہے کہ اس سے 300 سال پہلے مسلمان تاجروں نے ان جزیروں میں اسلام کی ترویج کی ہو“۔[30]

ان دونوں مجموعہ جزائر میں انسانی آبادی اور تہذیب کی قدیم تاریخ کے حوالے سے انتہائی محدود مواد میسر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لکادیپ کے باشندے اصل میں ہندو مت کے پیروکار تھے اور اس لیے میں ذات پات کی سوچ موجود تھی، جب کہ مالدیپ کے باسی بودھ مت کے پیروکار تھے۔ اس کے باوجود عرب تاجر ان دونوں ہی مجمع الجزائر کو اسلام سے روشناس کرانے میں کامیاب رہے۔[31] ان دونوں خطوں میں اسلام کی آمد سے متعلق معلومات کچھ زیادہ دستیاب نہیں ہے، تاہم سطورِ بالا اس مقدمے کو ثابت کرتی ہیں کہ لکشادیپ اور مالدیپ میں دینِ اسلام مسلمان تاجروں کے ذریعے ہی متعارف ہوا۔

4. گجرات تا کوکن فروغِ دینِ متین: اسلام کی اولین صدیوں میں مسلمان تاجر جنوبی ہند کے علاقوں مالابار، سیلان اور معبر تک پہنچ چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی مشرقی اور شمال مشرقی ساحلی بندر گاہیں بھی اسی دوران دینِ حق سے آشنا ہو چکی تھیں، کیوں کہ عربوں کے تجارتی جہاز خلیج فارس اور خلیج عدن سے روانہ ہونے کے بعد گجرات اور کاٹھیاواڑ کی بندر گاہوں کچھ، کھمبایت اور سورت سے ہوتے ہوئے تھانہ یعنی ممبئی کے قریب پہنچتے، اور پھر وہاں سے کوکن کے علاقے میں داخل ہوتے تھے۔ ابتدائی صدیوں میں ان علاقوں میں عرب تاجروں کی موجودگی سے متعلق سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: ”عربوں کا پانچواں تجارتی محاذ گجرات، کاٹھیاواڑ، کچھ اور کوکن کا علاقہ تھا، جہاں ولبھ رائے یا عربوں کے محبوب راجا بلہرا کی حکومت تھی، جس کی پہلی راجدھانی ولبھی پور تھی، جو موجودہ بھاؤ نگر کے پاس ایک بڑا شہر تھا اور عرب اسکو ہمیشہ مانگر یا مہانگر کے نام سے پکارتے تھے۔ آثارِ قدیمہ کی موجودہ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شہر کا دائرہ 5 میل تک پھیلا ہوا تھا۔ یہاں کے بعض راجاؤں کا مذہب بودھ اور بعضوں کا جین تھا، اور دونوں کے جھگڑوں میں شاید اس کا خاتمہ ہوا۔ اس راج کے زیر سایہ چیمور کی بندر گاہ جس کو عرب صیمور کہتے تھے، بہت عروج پر تھی۔ اس کے بعد کھمبایت وغیرہ کا درجہ تھا... عرب سوداگروں اور نو آباد کاروں اور یہاں کے لوگوں میں بڑے اچھے دوستانہ تعلقات تھے۔ یہی سبب ہے کہ اس راج کے مختلف شہروں میں عربوں کی آبادیاں کثرت سے قائم ہو گئی تھیں اور وہ اخیر تک قائم رہیں“۔[32]

غرض عرب اس خطے سے ہمیشہ ہی سے واقف تھے اور اسلام آنے کے بعد بھی انہوں نے مقامی حکومتوں اور حکمرانوں ہی نہیں عوام کے

ساتھ بھی دوستانہ مراسم و روابط قائم رکھے، جس کے باعث گجرات سے کوکن تک ان کی بستیاں آباد ہوئیں اور مقامی لوگ بھی مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ ان آبادیوں اور نو مسلموں کا تذکرہ کئی مسلمان جغرافیا نویسوں اور سیاحوں نے کیا ہے۔ مثلاً تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے درمیان ان علاقوں سے گزرنے والے بزرگ بن شہریار ناخدا نے عربوں اور دیگر مسلمانوں کی بڑی آبادیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس نے ایک ہندو سے مسلمان ہونے والے دولت مند جہاز راں سے ملاقات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح اس نے سیراف کے ایک تاجر کا بھی ذکر کیا ہے، جو 20 برس تک تھانہ میں مقیم رہا تھا اور ہندوستان کے اکثر شہر دیکھ چکا تھا۔ پھر گجرات میں واقع چیمور میں اسے فارس کے علاقے فسا کا ابو بکر نامی مسلمان ملا۔ اسی طرح اس کے بیان کے مطابق اس وقت صداپور یعنی گوا میں راجا کا مصاحب موسیٰ نامی ایک مسلمان تھا۔(33) چوتھی صدی ہجری کے آغاز پر ہندوستان آنے والے مسعودی نے اس خطے عرب، فارسی اور مقامی مسلمان تاجروں اور مساجد کی موجودگی کی گواہی دی ہے، اور بتایا ہے کہ اس خطے میں اس وقت 10 ہزار کی مسلمان آبادی تھی۔ ان میں جزیرۂ عرب سے آنے والے تاجروں نے اپنا اثر و رسوخ قائم کر کے خود کو رؤسا میں شمار کرا لیا تھا۔(34)

یہ تمام تفصیل اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اس خطے میں مسلمان تاجروں کی موجودگی کا پتا دیتی ہے۔ یہ وہ دور تھا، جب مسلمانوں نے یہاں ایک دکا فوج کشی ہی کی تھی، فتوحات نہیں ہوئی تھیں۔ پھر اس پوری ساحلی پٹی میں کون سا علاقہ سب سے پہلے اسلام سے متعارف ہوا، اس حوالے سے بھی معلومات مختلف ہیں۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ شروع شروع میں ہندوستان آنے والے عرب تاجروں کا زیادہ رجحان کوکن کے علاقے کی جانب تھا، جہاں سے ٹیک کی لکڑی لے جایا کرتے تھے۔ یہی تجارت ان کے اس خطے میں آباد ہونے اور اسلام کے فروغ کا ذریعہ بنی۔ چناں چہ تاریخ کے ہندوستانی نژاد برطانوی پروفیسر برجر آواری لکھتے ہیں:

''The first Muslim traders and mariners in India were those same Arabs and Persians who had become Islamized. They were particularly attracted to the western Konkan coast on account of the valuable teakwood from the forests of the Hindu Rashtrakuta kingdom; this wood was in great demand in the Iraqi shipbuilding industry. Appreciating the profits to be made from this trade, the Rashtrakuta kings treated the Muslims honourably and permitted them to build mosques. The Arabs called them the Ballahara''.(35)

ہندوستان آنے والے اولین مسلمان تاجر اور جہاز راں عرب اور فارسی تھے، جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ خاص طور پر کوکن کے ساحل پر زیادہ آتے تھے، تاکہ ہندو راشٹر اکوٹا سلطنت کے جنگلات میں پیدا ہونے والی ٹیک کی قیمتی لکڑی حاصل کر سکیں۔ عراق میں جہاز سازی کی صنعت میں اس لکڑی کی بہت مانگ تھی۔ اس تجارت سے ہونے والے منافع کے باعث راشٹر اکوٹا کے راجا مسلمانوں کو بہت عزت دیتے تھے اور انہوں نے انہیں وہاں مساجد تعمیر کرنے کی بھی اجازت دی۔ عرب ان راجاؤں کو بلہارا کہتے تھے۔

غرض مسلمانوں نے گجرات سے کوکن تک صرف تجارت ہی نہیں کی، بلکہ اس خطے میں دینِ برحق کی ترویج اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی بنیاد ڈالنے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ عرب اور فارسی تاجر دنیا سمیٹنے کے ساتھ اپنی آخرت کے لیے توشہ تیار کرنے سے غافل نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ گجرات سے کوکن تک کے علاقے میں آج بھی مسلمانوں کی بڑی آبادیاں موجود ہیں، اور ان علاقوں کے اہل ثروت مسلمان

اور ان کی اولادیں بحرِ ہند کے ممالک ہی نہیں دنیا کے چپے چپے میں نمایاں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ سورتی اور گجراتی مسلمان تاجروں نے کئی ممالک میں اشاعتِ اسلام کے مختلف ذرائع اور وسائل کی ذمے داری اٹھا رکھی ہے۔ یہ خدمات یقیناً ان اولین مسلمان تاجروں کے لیے صدقہ جاریہ ہیں، جو اس خطے میں وارد ہوئے تھے۔

5. سندھ کا دعوتِ حق سے تعارف: یہ تاریخی خطہ اب پاکستان کا حصہ اور آبادی کے لحاظ سے دوسرا بڑا صوبہ ہے۔ اسلام کی آمد کے وقت سندھ شمال میں کشمیر کے جنوبی اضلاع سمیت دریائے جہلم کے منبع وسلسلہ کوہ کابل، جنوب مغرب میں ایران کی سرحد پر مکران کا علاقہ، جنوب میں بحیرۂ ہند، جنوب مشرق میں خلیج کچھ اور مشرق میں راجپوتانہ و جیسلمیر کی حدود تک پھیلا ہوا تھا۔ اس طرح موجودہ سندھ ہی نہیں پاکستانی پنجاب، خیبر پختونخوا کا کچھ علاقہ اور تمام بلوچستان اس میں شامل تھا۔[36]

اسلامی تاریخ میں سندھ کا نام پڑھتے ہیں، مسلمانوں کے ذہن میں محمد بن قاسم ثقفی اور ان کی جنگی مہم آتی ہے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان سے متصل لیکن اپنی جداگانہ تاریخ رکھنے والی اس سرزمین پر عربوں کی آمد ورفت قبل از اسلام جاری تھی اور مسلمان بھی اس خطے میں آتے جاتے تھے۔ چناں چہ مفتی شوکت علی فہمی لکھتے ہیں: ”اسلام کی یہ ضوفشانی صرف مالابار اور جنوبی ہند ہی تک محدود نہ تھی، بلکہ سندھ پر مسلمانوں کے حملے سے بہت پہلے سندھی عوام میں بھی اسلام برابر مقبولیت حاصل کرتا چلا جارہا تھا۔ چناں چہ جس زمانے میں عرب کے مسلمانوں اور ایران کے آتش پرستوں میں سلسلہ جنگ جاری تھا، اس زمانے میں ہندوستانی جاٹ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر حلقہ بہ گوشِ اسلام ہوتے جارہے تھے۔ یہاں تک کہ ان جاٹوں میں سے اکثر نے ہندوستان چھوڑ کر عراق میں بودوباش اختیار کرلی تھی“۔[37]

ظاہر ہے کہ یہ مسلمان تجارت کی غرض سے سندھ آتے ہوں گے، جیسا کہ وہ اسلام کی آمد سے قبل آیا کرتے تھے۔ سندھ ان کے لیے وسط ایشیا خاص طور پر خراسان اور ترکستان تک تجارتی سامان لے جانا کا ذریعہ تھا۔ وہ مشرقِ بعید اور جنوبی ہند سے جہازوں کے ذریعے یہاں پہنچتے، اور بندرگاہوں پر سامان اتار کر مویشیوں پر لادنے کے بعد ملتان کے راستے ان دور دراز علاقوں کے لیے روانہ ہو جاتے۔ آرنلڈ کا خیال ہے کہ انہی مسلمان تاجروں کی تبلیغ سے مقامی سمہ قوم مسلمان ہوئی، جس نے 1357ء سے 1521ء تک سندھ پر حکومت کی۔[38] اس وقت کی جغرافیائی حدود کے مطابق سندھ میں عسیفان نامی ایک راج دھانی تھی، جو ملتان، کشمیر اور کابل کے درمیان واقع تھی۔ وہاں کا راجا بھی مسلمان تاجروں کی ایک جماعت کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔[39]

مؤرخین نے سندھ میں مسلمانوں کی تاریخ کے سیاسی پہلوؤں پر زیادہ توجہ مرکوز رکھی ہے، کیوں کہ اس خطے پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے ہی میں لشکر کشی شروع کردی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ میں مسلمان تاجروں اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں سے متعلق انتہائی کم مواد دستیاب ہے۔ تاہم تاریخی مصادر اور کتابوں میں درج یہ مختصر معلومات بھی اس خطے میں مسلمان تاجروں کی دعوتی سرگرمیوں کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔

5. لداخ و تبت میں اسلام کی روشنی: یہ دونوں علاقے وادی کشمیر سے متصل ہیں۔ لداخ مقبوضہ وادی کشمیر کا حصہ سمجھا جاتا ہے، جب کہ تبت چین کے زیر انتظام ہے۔ ان دونوں خطوں میں اسلام کی آمد کب ہوئی، اس حوالے سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ تبت سے متعلق یہ قول ملتا ہے کہ اس خطے میں اسلام کا تعارف آٹھویں صدی عیسوی میں ہو چکا تھا، کیوں کہ بہت سے مسلمان مؤرخین اور جغرافیا نویسوں نے کئی مسلمان سیاحوں، قافلہ سالاروں، تاجروں اور ایک مسجد تک کا تذکرہ کیا ہے۔[40] آرنلڈ کی تحقیق یہ ہے کہ لداخ اور تبت میں اسلام کا پیغام مسلمان تاجروں نے پہنچایا تھا۔ چناں چہ وہ لداخ سے متعلق لکھتا ہے: ”لداخ میں ایک مخلوط قوم کے لوگ ہیں، جو ارغون کہلاتے ہیں۔ وہ تبتی عورتوں کے بطن سے ہیں، لیکن ان کے باپ مسلمان تاجر تھے، جو [وادئ] لیہ میں آئے تھے اور انہوں نے تبتی عورتوں سے شادیاں کر کے ان کو مسلمان ہونے کی ترغیب دی تھی۔ یہ ارغون تمام مسلمان ہیں اور اپنے باپ دادا کی طرح تبتی عورتوں سے شادیاں کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خالص تبتی نسل کے لوگوں کے مقابل ان کی آبادی بڑھ رہی ہے“۔[41]

ظاہر ہے کہ مسلمان تاجر جب تبت جاتے تھے اور وہاں سے لڑکیاں بیاہ کر لاتے تھے، تو یقیناً اپنے دین کا تعارف بھی کراتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان سے متصل چین کے ایک دور دراز علاقے میں کشمیر کے راستے تجارت پیشہ مسلمانوں کے ذریعے اسلام پھیلا۔ یہی وجہ ہے کہ تبت میں سکونت پذیر ہونے والے مسلمان خواہ وہ کسی بھی علاقے کے ہوں، ”کھاچی“ کہلاتے تھے، جس کا معنی کشمیری ہے۔[42] اس حوالے سے آرنلڈ نے لکھا ہے: ”کشمیری تاجروں نے اسلام کو تبتِ خاص میں پہنچا دیا ہے اور ان مسلمان تاجروں کی بستیاں ملک کے تمام بڑے شہروں میں پائی جاتی ہیں۔ وہ تبتی عورتوں سے شادیاں کرتے ہیں اور یہ عورتیں اکثر اوقات اپنے شوہروں کا مذہب اختیار کر لیتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت تبت کے دارالحکومت لہاسہ میں مسلمانوں کے 2 ہزار خاندان آباد ہیں“۔[43]

آج تبت میں مسلمانوں کی آبادی 4 سے 5 ہزار بتائی جاتی ہے، تاہم آرنلڈ کی اس عبارت کو مد نظر رکھا جائے، تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں مسلمانوں کی اصل تعداد اس سے کئی گنا ہو گی۔ جب کہ لداخ میں مسلمان اکثریت میں ہیں، جن کی آبادی سوا لاکھ سے زائد بتائی جاتی ہے۔ ان میں اکثر لوگ ان تاجروں کی اولاد ہیں، جو ان خطوں میں گئے اور اسلام کا پیغام پہنچانے میں کامیاب رہے۔

ہندوستان میں مسلمان تاجروں کا دعوتی کردار ہی تھا کہ بنگال سے تبت و لداخ اور سندھ سے راس کماری تک اس عظیم خطے میں اسلام کی شمع روشن ہوئی، اور چند صدیوں بعد ہی یہاں مسلمانوں کی شان دار حکومت قائم ہوتی چلی گئی، جسے ہندوستان کی تاریخ کا ایک ہزار سالہ سنہری دور سمجھا جاتا ہے۔ تجارت کی غرض سے آنے والے مسلمانوں نے جو کام ابتدائی طور پر پُرامن انداز میں کیا، اسے مسلمان فاتحین نے بہ زورِ تلوار پایا تکمیل تک پہنچایا۔ پھر اسلامی حکومت کی مذہبی رواداری نے مقامی باشندوں کو مسلمانوں کے مزید قریب کیا، یہاں تک کہ آج یہ خطہ دنیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی بن چکا ہے۔

ہندوستان میں اسلام کی ترویج میں کلیدی کردار مسلمان کے درمیان مساوات کی سوچ ہے، جو ہندومت میں نہیں پائی جاتی۔ اسلام کی آمد کے وقت یہ خطہ ذات پات اور چھوت چھات کا شکار تھا، جس کے باعث سماج کے کچھ طبقے انتہائی پسے ہوئے تھے۔ مسلمان تاجر یہاں پہنچے، تو

مقامی لوگ ان کا طرزِ زندگی اور معاملات دیکھ کر حیران رہ گئے۔ یہ غیر ملکی اپنے غلاموں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے اور انہیں اپنی سواریوں پر بٹھاتے تھے۔ عبادت کا وقت ہوتا تو بلا کسی تفریق کے جو جس کے برابر میں چاہتا جا کر صف میں کھڑا ہو جاتا۔ یہی نہیں غلام تک اپنے آقا کی امامت کراتا۔ پھر مسلمان تاجر ہر ایک کے ساتھ برابر حسن سلوک کرتے، جسے دیکھ کر ہندوستان کے باشندوں میں اسلام کی جانب رغبت پیدا ہونے لگی اور رفتہ رفتہ ساحلی علاقوں میں مسلمانوں کی اپنی بستیاں قائم ہوتی گئی۔

حواشی اور حوالہ جات:

1۔ ندوی، سید سلیمان، عرب و ہند کے تعلقات، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، 2012ء، ص:31، 32

2۔ فہمی، مفتی شوکت علی، ہندوستان پر اسلامی حکومت، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، 2005ء، ص:32

3۔ قادری، سید حکیم شمس اللہ، سلاطین معبر، مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ، 1928ء، ص:1، 2

4۔ قادری، سید حکیم شمس اللہ، ملیبار، مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ، 1930ء، ص:11

5. Titus, Murray T., Islam in India and Pakistan, Y.M.C.A. Publishing House, Calcutta, 1959, P.37

6۔ معبری، شیخ زین الدین، تحفۃ المجاہدین فی اخبار البرتکالیین، ترجمہ: قادری، حکیم سید شمس اللہ حیدرآبادی، آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس بک ڈپو، 1942ء، ص:14–17

7۔ ایضاً، ص:17

8۔ جیسا کہ ڈاکٹر عبد المنعم النمر نے اپنی کتاب "تاریخ الاسلام فی الہند" مطبوعہ: المؤسسۃ الجامعیۃ للدراسات والنشر والتوزیع، بیروت، 1981ء، ص:94 پر صراحت کی ہے۔

9۔ پریم چند، ڈاکٹر، اثر الاسلام فی الثقافۃ الہندیۃ، ترجمہ: ندوی، ڈاکٹر محمد ایوب، مؤسسۃ الفکر العربی، بیروت، 2016ء، ص:63

10. The Encyclopaedia of Islam, Vol. 6, Brill, E. J., Leiden, 1991, P. 458

11۔ اثر الاسلام فی الثقافۃ الہندیۃ، محولہ بالا، ص:65

12۔ ایضاً، ص:67

13۔ سلاطین معبر، محولہ بالا، ص:2

14۔ عرب و ہند کے تعلقات، محولہ بالا، ص:239

15۔ اکرام، شیخ محمد، آب کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، سنِ طباعت ندارد، ص:49

16۔ عرب و ہند کے تعلقات، محولہ بالا، ص:238

17۔ آرنلڈ، پروفیسر ٹی ڈبلیو، دعوتِ اسلام، ترجمہ: عنایت اللہ، ڈاکٹر شیخ، محکمہ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور، سنِ طباعت ندارد، ص:

218

18۔ آب کوثر، محولہ بالا، ص:49

19۔ عرب وہند کے تعلقات، محولہ بالا، ص:229

20. Siddique, Yousuf, The Deffusion of Islam in Bengal And The Articulation Of A New Order, J.R.S.P., Vol. 45, No. 2, 2008, P.3,4

21. Banglapedia - The National Encyclopedia of Bangladesh http://en.banglapedia.org/index.php?title=Arabs,_The

22۔ آب کوثر، محولہ بالا، ص:52

23۔ ندوی، سید سلیمان، عربوں کی جہازرانی، اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن، ممبئی، سنِ طباعت ندارد، ص:67

24۔ عرب وہند کے تعلقات، محولہ بالا، ص:229، 230سید سلیمان ندوی نے اس اقتباس کی بنیاد "تاریخ فرشتہ" کو قرار دیا ہے، تاہم اس میں اس قدر تفصیل نہیں ہے۔ بس یہ لکھا ہے کہ "سرندیپ کا راجا ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کی نسبت اسلام کی حقیقت سے جلد آگاہ ہوا۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہی مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا"۔ (فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ترجمہ: خواجہ، عبدالحیی، میزان ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2008ء، ص:655)

25۔ ایضاً، ص:231، 232

26۔ ہندوستان پر اسلامی حکومت، محولہ بالا، ص:33

27۔ ندوی، سید ابو ظفر سنوی، تاریخ سندھ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، 1970ء، ص:41

. Tennent, Sir James Emerson, Ceylon, London, 1859, P.60728

29۔ علی، ڈاکٹر محمد مہر، انتشار الاسلام فی الدکن و جنوبی الهند، الموسوعه الجغرافیه للعالم الاسلامی، ج 1، وزارۃ التعلیم العالی، سعودی عرب، 1419ھ، ص:249

30۔ دعوتِ اسلام، محولہ بالا، ص:268

31. Avari, Burjor, Islamic Civilization in South Asia, Routledge, London & New York, 2013, P.20

32۔ عرب وہند کے تعلقات، محولہ بالا، ص:242، 243

33۔ ایضاً، ص:244

34۔ مسعودی، ابوالحسن بن حسین بن علی، مروج الذهب اور معادن الجراہر، ج 1، ترجمہ: فتح پوری، اختر، نفیس اکیڈمی، کراچی، 1985ء، ص:175

35. Islamic Civilization in South Asia, P.17,19

36۔ تاریخ سندھ، محولہ بالا، ص:2

37۔ ہندوستان پر اسلامی حکومت، محولہ بالا، ص:34

38۔ دعوتِ اسلام، محولہ بالا، ص:272

39۔ ایضاً، ص:271

40. Atwill, David, G., Islamic Shangri-La, University of California Press, Oakland, 2018, P.5

41۔ دعوتِ اسلام، محولہ بالا، ص:289

42. Akasoy, Anna, Burnett, Charles and Yoeli-Tlalim, Ronit, Islam and Tibet – Interactions along the Musk Routes, Routladge, New York, 2016, P.4

43۔ دعوتِ اسلام، محولہ بالا، ص:290

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.